

فقہ حنفی کی چند اہم کتابوں کا اجمالی تعارف

مولانا مفتی عبدالرشید

سابق استاد الحدیث جامعہ مدنیہ (لاہور)

حاشیۃ الطحاوی الدر المختار:

فقہ حنفی کے مشہور کتاب ”الدر المختار فی شرح تنویر البصار“ کا یہ حاشیہ علامہ محمد بن اسماعیل الطحاوی مصری حنفی کا تحریر کردہ ہے۔ مصر سے بڑے سائز کی چار ضخیم جلدوں میں طبع ہو چکا ہے۔ محشی سید محمد نو قادی رومی کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کے والد ماجد توفاد سے بسلسلہ قضا مصری میں تشریف لاکر ”سیوط“ کے قریب ”طحا“ نامی بستی میں اقامت گزریں ہو گئے تھے۔ اس کے علاوہ موصوف نے ”مراقی الفلاح شرح نور الايضاح“ کا حاشیہ بھی تحریر فرمایا ہے، جواب کراچی میں بھی طبع ہو گیا ہے۔ علامہ زرکلی نے یہ جو لکھا ہے کہ موصوف نے ”مراقی الفلاح“ کی شرح پر حاشیہ لکھا ہے، صحیح نہیں ہے۔ موصوف کا ایک اور رسالہ ”کشف الوہین عن بیان المسح علی الجوربین“ بقول علامہ زرکلی بخطوط کی صورت میں موجود ہے علامہ طحاوی کے دونوں حواشی بڑے مفید اور علماء وفقہاء کے درمیان مقبول و متداول ہیں۔ لفظ ”طحاوی“ ہاء ”ھوز“ اور حاء ”حطی“ دونوں کے ساتھ لکھا اور بولا جاتا ہے۔ محشی مرحوم ”قاہرہ“ میں احناف کے مفتی تھے۔ موصوف کا انتقال ۱۵ رجب المرجب ۱۲۳۱ھ / ۱۸۱۶ء قاہرہ میں ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔

الدر المختار فی شرح تنویر الابصار:

یہ فقہ حنفی کے مشہور متن ”تنویر الابصار“ کی شرح ہے۔ جو علامہ محمد بن علی حصکفی دمشق کی تالیف ہے۔ ان کا خاندان اصل میں جزیرہ ابن عمر اور ”میا فارقین“ کے درمیان دریائے وجلہ کے کنارے ایک بستی ”حصن کیفا“ کا رہنے والا ہے، جو بعد میں ”دمشق“ میں اقامت پذیر ہو گیا تھا اور ان کی ولادت ”دمشق“ ہی میں ۱۲۱۰ھ / ۱۳ - ۱۲۱۲ء میں ہوئی۔ موصوف کو حصن کیفا کی طرف انتساب کے باعث ”حصکفی“ اور ”دمشق“ میں سکونت پزیر ہونے کے باعث ”دمشق“ کہا جاتا ہے۔ موصوف بہت بڑے عالم، محدث، فقیہ، نحوی، ادیب اور بلا کے حافظ کے مالک تھے۔ علماء وفقہاء کے نزدیک یہ کتاب بڑی معتبر اور مستند سمجھی جاتی ہے اور آج کل اکثر و بیشتر فتاویٰ میں اسی کتاب کے حوالے دئے جاتے ہیں۔ ان کے اساتذہ میں علامہ خیر الدین رملی اور امام محمد حسان خلیب ”دمشق“ المتوفی ۱۲۰۲ھ / ۱۲۶۲ء شامل ہے ”خلاصۃ الأثر فی أعیان القرن الحادی عشر“ اپنے آپ کو ان کے شاگردوں میں شمار کرتے ہیں۔ موصوف ”شام“ کے مفتی تھے۔ پہلے انہوں نے ”خزائن الاسرار و بدائع الافکار“ کے نام سے تنویر الابصار کی مبسوط اور مفصل شرح لکھنے کا ارادہ کیا، جس کے بارے میں ان کا اندازہ تھا کہ صرف دس جلدوں میں مکمل ہوگی۔ لیکن ”باب الوترو

النوافل“ تک لکھنے کے بعد اس کو چھوڑ کر مختصر شرح ”الدر المختار“ کے نام سے تحریر فرمائی۔

اسکے علاوہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ”ملتنقی الأبحر“ کی شرح ”الدر المنقہ“ کے نام سے تحریر فرمائی جو ”مجمع الأنهر شرح ملتنقی الأبحر“ کے حاشیہ پر مصر سے شائع ہو چکی ہے۔ فقہ و اصول فقہ، تفسیر، حدیث اور نحو میں متعدد کتب تصنیف فرمائی ہیں۔ آپ کی وفات ۱۰۸۸ھ / ۶ دسمبر ۱۶۷۷ء کو دمشق میں ہوئی اور ”باب الصغیر“ کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ

ردالمحتار علی الدر المختار:

”یہ درمختار“ کا حاشیہ ہے، جو سید محمد امین عابدین بن سید عمر عابدین شامی نے تحریر فرمایا ہے۔ یہ دمشق کے رہنے والے تھے اور وہیں ان پیدائش ۱۱۹۸ھ / ۲۸ مئی ۱۷۸۳ء میں ہوئی۔ چھوٹی بڑی متعدد کتابیں تصنیف فرمائی ہیں اسماعیل پاشا بغدادی نے چالیس کتابیں نام بنام شمار کرائی ہیں۔ ۱۳۲ھ اور قیمتی رسائل ۲ جلدوں میں ”رسائل ابن عابدین“ کے نام سے شائع ہو چکے ہیں ”العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ“ دو جلدوں میں طبع ہو چکے ہیں۔ نیز ”البحر الرائق“ کا حاشیہ ”منحة الخالق“ کے نام سے تحریر فرمایا ہے۔ جو ”الحر الرائق“ کے حاشیہ پر چھپ گیا ہے۔ لیکن جو شہرت اور مقبولیت ”ردالمحتار“ کو حاصل ہوئی وہ دیگر تصانیف کو حاصل نہ ہو سکی۔ چونکہ مصنف ”شام“ کے رہنے والے تھے۔ اس لئے ان کی اس کتاب کو ”شامی“ یا ”فتاوی شامیہ“ بھی کہا جاتا ہے۔

پاکستان کے مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ علامہ ابن عابدین شامی انتہائی وسیع المطالعہ ہونے کے باوجود اس قدر تقویٰ شعار اور محتاط بزرگ ہیں کہ عام طور سے اپنی ذمہ داری پر کوئی مسئلہ بیان نہیں کرتے، بلکہ جہاں تک ممکن ہوتا ہے، اپنے سے پہلے کی کتابوں میں سے کسی نہ کسی کے لئے بھی حتی الامکان کسی دوسرے فقیہ کے قول کا سہارا لیتے ہیں اور جب تک بالکل مجبوری نہ ہو جائے خود اپنی رائے ظاہر نہیں فرماتے۔ اور جہاں ظاہر فرماتے ہیں، وہاں بھی بالعموم آخر میں ”تائل“ یا ”تدبر“ کہہ کر خود بری ہو جاتے ہیں اور ذمہ داری پڑھنے والے پر ڈال دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ بسا اوقات اچھے ہوئے مسائل میں ہم جیسے لوگوں کو ان کی کتاب سے مکمل شفا نہیں ہوتی۔ لیکن یہ طریقہ ”رد المحتار“ میں تو رہا ہے، مگر چونکہ علامہ شامیؒ نے ”البحر الرائق“ کا حاشیہ ”منحة الخالق“ اور ”تنقیح الفتاوی الحامدیہ“ بعد میں لکھا ہے، اس لئے ان کتابوں میں مسائل زیادہ متنوع انداز میں آتے ہیں، جنہیں پڑھ کر فیصلہ کن بات معلوم ہو جاتی ہے۔“ (البلاغ مفتی اعظم نمبر ص: ۴۲۰، ۴۲۱)

مصنف اپنے زمانے کے بہت بڑے فقیہ اور عالم تھے، آج کل مفتیان کرام ”در المختار“ اور ”ردالمحتار“ پر بہت زیادہ اعتماد کرتے ہیں، موصوف کا انتقال ۲۱ ربیع الثانی ۱۲۵۲ھ جولائی ۱۸۳۶ء کو دمشق میں ہوا اور ”باب الصغیر“ کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ مولانا عاشق الہی صاحب میرٹھیؒ، مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ کی ”شامی“ کے ساتھ شغف اور ان کی رائے ”شامی“ کے بارے میں بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں ”فتویٰ“ لکھنے میں حضرت اکثر ”شامی“ ملاحظہ فرمایا کرتے، مگر جس قول کے وہ ناقل ہوتے اس کو تو حضرت حجت سمجھتے اور جو صاحب شامی کی ذاتی رائے ہوتی اس کو حجت قرار نہ دیتے، بلکہ تنقید و تحقیق کرتے اور فرمایا کرتے، کہ یہ

معاصر ہیں۔ ”ہم رجال ونحن رجال“ ان کی رائے ہم پر جھٹ نہیں، جب تک کہ اسلاف کے قول سے متوید نہ ہو (تذکرہ الکلیل ص ۲۹۴) چونکہ علامہ شامی اس کی تکمیل نہیں فرما سکے تھے۔ اس لئے موصوف کے صاحبزادے علامہ علاء الدین محمد نے اس کا تکملہ ”قرۃ عیون الأخبار تکملہ رد المحتار علی الدر المختار“ کے نام سے تحریر فرمایا ہے، جو دو جلدوں میں مصر سے شائع ہو چکا ہے

بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع

یہ کتاب ملک العلماء ابو بکر بن مسعود بن احمد علاؤ الدین کاسانی کی تصنیف لطیف ہے جو علاء الدین ابو بکر محمد بن احمد سمرقندی (المتوفی ۵۴۰ھ/ ۱۱۴۶ء مصنف تحفۃ الفقہاء کے شاگرد ہیں۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہ کتاب ”نخۃ الفقہاء“ کی شرح ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ معروف معنوں میں شرح نہیں ہے۔ بلکہ تحفۃ الفقہاء کے زمانے تا یف تک فقہ حنفی کے موضوع پر جتنی بھی کتابیں تالیف کی گئی تھیں۔ ان میں حسن ترتیب کے لحاظ سے، یہ کتاب سب پر فائق تھی، لیکن یہ تھا بہر حال ”قدوری“ کی طرح کا ایک متن جس میں ”قدوری“ کے مسائل سے کچھ زائد مسائل جمع کیے گئے تھے۔ متن ہونے کے باعث یہ کتاب تفصیلی دلائل اور اعتراضات کے جوابات نیز مسائل کی تفصیلی صورتوں کے بیان سے خالی تھی۔

علامہ کاسانی نے اپنے استاد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اور ان کی اس روش پر چلتے ہوئے، جو انہوں نے تحفۃ الفقہاء میں اختیار فرمائی تھی، ایک مفصل کتاب تحریر فرمائی تھی، جو حسن ترتیب کے لحاظ سے آج تک اپنی نظیر آپ ہے، اسی بنا پر اس کو اس کی شرح کہہ دیا جاتا ہے، یہ کتاب نہ صرف حسن ترتیب کے لحاظ سے بے نظیر ہے، بلکہ مسائل کے دلائل اصول و حکمیت کی صورت میں، اس انداز سے بیان کیے گئے ہیں کہ جس سے نہ صرف مسئلے کے بارے میں شرح صد اور اطمینان کامل میسر آتا ہے، بلکہ فقہ سے ایک خاص مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ شارح ابوداؤد شریف میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری کی رائے گرامی اس کتاب کے بارے میں مولانا عاشق الہی صاحب میرٹھی بایں الفاظ بیان فرماتے ہیں:

”اوقات فراغ میں حضرت بدائع کو اکثر دیکھا کرتے، بار بار سنا ہے کہ حضرت اس کے مصنف کو بہت دعائیں دیتے اور فرمایا کرتے تھے کہ واقعی یہ شخص فقیہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو فقہ ہی کے واسطے پیدا فرمایا تھا۔ مولوی ظفر احمد صاحب نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ حضرت فقہ سے مناسبت پیدا ہونے کی کوئی صورت ارشاد فرمادیں، فرمایا مفتیوں کی عادت یہ ہے کہ صرف استفتا آنے کے وقت کتابیں دیکھتے ہیں، اس سے کام نہیں چلتا اور جواب میں بہت غلطی ہو جاتی ہے، کیونکہ اس وقت جلدی میں ایک جگہ کو دیکھ کر جواب لکھ دیتے ہیں، حالانکہ دوسرے مقام میں اسی مسئلے کے اندر تفصیل معلوم ہوتی ہے، جس سے اس واقعہ مسئلہ کا حکم بدل جاتا ہے، پس فقہ سے مناسبت پیدا کرنے کیلئے شامی اور بدائع کو بالاستیعاب دیکھنا چاہئے، ہمارے حضرت گنگوہی نے شامی کو کئی بار بالاستیعاب ملاحظہ فرمایا ہے۔ اس وقت بدائع مطبوع نہیں ہوئی تھی، اب میں شامی کے ساتھ اس کے مطالعہ کو بھی ضروری سمجھتا ہوں، حقیقت میں بدائع عجیب کتاب ہے۔ ایک بار فرمایا کہ جزئیات تو زیادہ شامی میں ہیں، مگر اصول اور فقہ کی لم زیادہ بدائع میں ہے کہ اس سے مناسبت ہو جائے تو

فقہ میں طبیعت چلنے لگے۔ (تذکرۃ الخلیل ۹۴)

علامہ کاسانیؒ نے جب اپنی یہ کتاب اپنے استاد کی خدمت میں پیش کی تو انہوں نے فرط مسرت میں آ کر اپنی اس فقیہہ ”فاطمہ“ بیٹی کا نکاح علامہ سے کر دیا، جو اپنے والد کی کتاب ”تخفہ“ کی حافظہ تھی اور اس کو اس کا مہر مقرر کر دیا، اسی لئے لوگوں میں مشہور ہو گیا۔ ”شرح تخفہ و تزوج ابنتہ“ یعنی ان کی کتاب ”تخفہ“ کی شرح کر کے ان کی بیٹی سے نکاح کر لیا بعد ازاں بعض وجوہ کی بنا پر شاہِ روم نے ان کو ”حلب“ میں نور الدین محمود کے پاس بھیج دیا، انہوں نے ان کو علاقہ ”حلا دیہ“ کا والی بنادیا۔ وہیں پہلے ان کی بیوی فاطمہ کا انتقال ہو گیا، پھر کچھ عرصے بعد بروز اتوار بعد ظہر ۱۰ رجب ۵۸۷ھ / اگست ۱۱۹۱ء کو علامہ کاسانیؒ کا بھی انتقال ہو گیا اور شہر حلب سے باہر ”مقام ابراہیم الخلیل“ کے اندر اپنی بیوی کی قبر کے ساتھ مدفون ہوئے۔ ان کی تصنیفات میں بدائع کے علاوہ ”السلطان المبین فی الوصول الدین“ بھی ہے۔

البحر الرائق فی شرح کنز الدقائق:

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ”کنز الدقائق“ کی یہ شرح ہے۔ کنز الدقائق امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد حافظ الدین النسفی (المتوفی ربیع الثانی ۱۰۷۰ھ / ۱۳۴۱ء) کی تصنیف لطیف ہے۔ موصوف نے پہلے ایک جامع متن فقہ حنفی کا تیار کیا، جس کا نام رکھا ”وانی“، پھر اپنے تحریر کردہ متن ”وانی“ کی شرح لکھی اور اس کا نام رکھا ”کافی“، اس کے بعد ”وانی“ کا مزید اختصار کیا، جس میں زیادہ تر پیش آنے والے مسائل اندراج کیا، اس متن کو انہوں نے ”کنز الدقائق“ کے نام کے ساتھ موسوم کیا موصوف فقہاء احناف میں بہت بڑی حیثیت کے مالک ہیں بعض حضرات نے ان کو فقہاء کرام کے طبقات ستہ میں سے چھٹے طبقہ میں شمار کیا ہے۔ اور بعض حضرات نے ان کو دوسرے طبقہ یعنی مجتہدین فی المذہب میں شمار کیا ہے، بلکہ یہاں تک کہا کہ یہ آخری مجتہد فی المذہب ہیں، ان کے بعد کوئی مجتہد فی المذہب پیدا نہیں ہوا، فقہ حنفی کے وہ متون جن کے مسائل دیگر شروح و حواشی و فتاویٰ کے مقابلہ میں راجع قرار دیے جاتے ہیں، ان میں سے چار متون بہت مشہور اور قابل اعتماد ہیں، جنہیں ”متون اربعہ“ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ”کنز الدقائق“ ان متون اربعہ میں سے ایک ہے۔ اس سے کتاب کی اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے اکابر فقہاء نے اس کی شروح لکھی ہیں، لیکن ان شروح میں جو شہرت اور اعتماد ”البحر الرائق“ کو حاصل ہے، وہ دیگر شروح کو حاصل نہ ہو سکا۔ یہ شرح علامہ زین العابدین بن ابراہیم بن محمد بن نجیم کی تالیف ہے، جن کے مختصر حالات ہم نے آگے ”الاشباہ والنظائر“ کے تعارف کے ذیل میں ذکر کر دیے ہیں۔ اسی کتاب میں جہاں کہیں ”قال الشارح“ ایسے الفاظ آئیں، وہاں ”شارح“ سے علامہ زعلیمی صاحب ”تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق“ مراد ہوتے ہیں۔

علامہ ابن نجیمؒ اپنی اس شرح کی تکمیل نہ فرما سکے۔ ”باب الاجارۃ الفاسدہ“ تک شرح تحریر فرمائی تھی، اس کے بعد اجل نے مہلت نہ دی اور اس طرح یہ شرح نامکمل رہ گئی، بعد میں علامہ حسین بن علی الطوری (۱۱۳۸ھ / ۱۷۲۵ء) نے اس کی تکمیل فرمائی۔ البحر الرائق کی

آٹھویں جلد ان ہی کی تحریر کردہ ہے جو درحقیقت اس کا مکملہ و تتمہ ہے۔

الأشباه والنظائر:

فقہ حنفی کی یہ بے نظیر کتاب، ابو حنیفہ علامہ زین العابدین بن ابراہیم بن محمد بن نجیم حنفی (م ۹۷۷ھ / ۱۵۶۳ء) کی تالیف ہے، جس کے بارے میں علامہ چلیٰ فرماتے ہیں ”لم یو اللحنفۃ مثله“ یعنی حنیفہ کے ہاں اس جیسی کتاب دیکھنے میں نہیں آئی مصنف کی پیدائش قاہرہ میں ۹۲۶ھ میں ہوئی۔ علامہ قاسم بن قطلوبغا اور شیخ شرف الدین البلقینی ایسے کبار مشائخ ان کے اساتذہ میں شامل ہیں اور ان کے شاگردوں میں ان کے بھائی علامہ عمر (م ۱۰۰۵ھ / ۱۵۹۶ء) مصنف ”انہر الفائق فی شرح کنز الاقائق“ اور علامہ محمد غزی تمر تاشی صاحب المخ شامل ہیں۔

موصوف کا انتقال ۸ رجب ۹۷۰ھ / ۱۵۶۳ء کو قاہرہ میں ہوا اور وہیں حضرت سید سکینہ کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔ چونکہ ”الأشباه والنظائر“ میں ایجاز و اختصار بہت ہے، اس لئے علماء نے فرمایا ہے کہ اس سے فتویٰ دینا جائز نہیں ہے، تاوقتیکہ اس کے حواشی نہ دیکھ لئے جائیں۔

تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق:

یہ بھی کنز الدقائق کی شرح ہے جو علامہ ابو محمد فخر الدین عثمان بن علی الزلیعی کی تصنیف ہے۔ موصوف حدیث، فقہ، نحو اور فرائض کے اپنے دور میں امام تھے۔

یہ اصلاً بحر جشتہ کے ساحل پر واقع ”شہر ذلیع“ کے باشندے تھے۔ ۷۰۵ھ میں قاہرہ تشریف لائے اور وہاں تدریس، افتاء اور دیگر علوم دینیہ کی نشر و اشاعت میں مشغول ہو گئے۔ موصوف کے اپنے ہم وطن مشہور محدث علامہ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف الحنفی الزلیعی (المتوفی ۷۶۲ھ / ۱۳۶۰ء) صاحب ”نصب الراية“ کا استاذ ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ کنز الدقائق کی یہ شرح علما کرام کے ہاں بڑی مقبول اور معتمد علیہ قرار دی جاتی ہے۔ مصر سے چھ جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔ موصوف کا انتقال رمضان المبارک ۷۴۳ھ / ۱۳۴۳ء کو ہوا اور قرأتہ الصغریٰ (جسے قرأتہ الشافعی بھی کہا جاتا ہے) میں دفن ہوئے۔ ہدایہ اور فقہ حنفی کی کتابوں میں جو ”احادیث اکام“ ذکر ہوئی ہیں ان کے بارے میں علامہ زلیعی کی ایک کتاب ”برکت الکلام علی احادیث الاکلام“ کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔

رمز الحقائق شرح کنز الدقائق:

یہ بھی کنز الدقائق کی مختصر شرح ہے جو محدث شہیر علامہ محمود بن احمد بدر الدین الدیوبی کی تصنیف ہے۔ ۸۲ھ / ۱۳۵۱ء میں آپ قاہرہ تشریف لائے۔ حلب سے تین منزل کے فاصلے پر ایک عظیم اور خوبصورت شہر ”عین تاب“ کے چونکہ آپ قاضی رہے ہیں۔ اس لئے اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو ”عینی“ کہا جاتا ہے اور بقول بعض آپ کی ولادت بھی اسی شہر میں ہوئی ہے۔ قاہرہ میں بھی آپ

قاضی، بلکہ قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) رہے ہیں۔ تمام علوم و فنون میں بڑی مہارت اور سرعت نظر کے حامل تھے۔ خصوصاً احادیث کی تخریج اور ان کی بہتر انداز سے شرح کرنے کا بڑا ملکہ آپ کا حامل تھا، چنانچہ بخاری شریف، اور شرح معانی الآثار للطحاوی کی شرحیں اس پر شاہد عدل ہیں، نیز سنن ابو داؤد کی شرح اور رجال طحاوی پر بھی ان کی کتاب موجود ہے گو تا حال یہ غیر مطبوعہ ہیں موصوف کا انتقال ۵۵۵ھ/۱۱۵۱ء قاہرہ میں ہوا اور جامعہ ازہر کے قریب اپنے اس ”مدرسہ بدریہ“ میں دفن ہوئے، جس کی تاسیس انہوں نے خود کی تھی اور اپنی کتابیں بھی اس میں وقف کر دی تھیں۔ ان کے والد ”عین تاب“ کے قاضی تھے بعد میں یہ اپنے والد کے نائب بنادیے گئے تھے۔ ایک بار دمشق گئے اور بیت المقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے، وہیں علاء الدین سیرانی سے ملاقات ہوئی، وہ انہیں اپنے ساتھ قاہرہ لے آئے، قاہرہ میں قضاء کے ساتھ ساتھ مدرسہ مؤیدہ میں تدریس حدیث اور مدرسہ محمودیہ میں تدریس فقہ بھی ان کے سپرد تھی۔ بعد میں جامع ازہر کے قریب ”مدرسہ بدریہ“ کے نام سے خود اپنا مدرسہ قائم کر لیا۔ کسی حاسد دشمن کے باعث بعض مصائب میں مبتلا ہوئے تو ان سے نجات ملنے پر اس کے شکر کے طور پر موصوف نے ”رمز الحقائق شرح کنز الدقائق“ تالیف فرمائی۔

ہدایہ:

شیخ الاسلام برہان الدین بن ابی بکر المرغینانی کی جامع صغیر“ کو ملا کر تیار کیا تھا اور بوقت ضرورت اس پر اضافہ بھی کیا، پھر اس کی ایک بڑی ضخیم شرح لکھی اور اس کا نام ”کفایۃ المنتہی“ رکھا، لیکن بعد میں مصنف نے محسوس کیا کہ اس شرح میں کچھ اطناب ہو گیا ہے، اس کی طوالت اور لوگوں کی کم ہمتی کے باعث کہیں یہی کتب بالکل متروک ہی نہ ہو جائے، اس لئے دوبارہ نسبتاً مختصر شرح ”ہدایہ“ کے نام سے تحریر فرمائی۔ چونکہ ”متن“ مختصر القدوری اور جامع صغیر سے مرتب ہے، اس لئے کہا جاتا ہے کہ ہدایہ درحقیقت ان دونوں کتابوں کی مفصل شرح ہے۔ علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ مصنف کو ”ہدایہ“ کی تالیف میں ۱۳ سال کے ان پانچ دنوں کے علاوہ جن میں روزہ رکھنا ممنوع ہے، کبھی روزہ کا ناغہ نہیں کیا اور مصنف کی پوری کوشش ہوتی تھی کہ کسی کو روزہ کی اطلاع نہ ہو۔ اس کی برکت ہے کہ اس کتاب کو وہ قبولیت حاصل ہوئی جو کسی اور کتاب کو میسر نہ ہو سکی، چنانچہ ہدایہ کے بارے میں کہا گیا ہے۔

ماصنفوا قبلہا فی الشرع من کتب

ان الہدایۃ کالقرآن قد نسخت

یسلم مقالک من زیع ومن کذب

فاحفظ قواعدها واسلک مسالکها

یعنی ”ہدایہ“ نے قرآن کی طرح پہلے کی تصنیف شدہ کتابوں کو منسوخ کر دیا۔ لہذا اس کے قواعد کو یاد کرو اور اس کے راستوں پر چلو تو تمہاری بات جھوٹ اور کجی سے محفوظ ہو جائے گی۔ بڑے بڑے اکابر نے ہدایہ کے شروع و حواشی تحریر فرمائے ہیں۔ سب سے پہلے ہدایہ کی شرح لکھنے کا شرف امام کبیر فقیہ بے نظیر، محدث جلیل اور مفسر عظیم علی بن محمد حمید الدین (المتوفی ۶۷۷ھ/۱۲۶۹ء) کو حاصل ہوا۔ انہوں نے ”ہدایہ“ کے مواضع مشککہ پر تعلیقات لکھیں اور ان کا نام ”الفوائد“ رکھا، لیکن علامہ سیوطی کا کہنا ہے کہ ترکستان کے شہر ”سغناق“ کے فقیہ شہیر حسن بن علی سغناق ”ہدایہ“ کے پہلے شارح ہیں، ان کی شرح ہدایہ کا نام ”نہایہ“ ہے۔ مولانا عبدالحی فرماتے ہیں کہ میں نے

اس کا مطالعہ کیا ہے، یہ ”ہدایہ“ کی شرح میں سب سے بسیط اور مفصل شرح ہے۔ ممکن ہے کہ علامہ سیوطیؒ نے ”الفوائد“ کو اس لئے پہلی شرح شمار نہ کیا ہو کہ صرف مشکل مقامات کی شرح ہے نہ کہ ممکن کتاب کی، ورنہ وہ بہر حال مقدم ہے۔ ہدایہ کی چار جلدیں ہیں، پہلی عبادات کے بیان میں اور دوسری نکاح، طلاق، عتاق، ایمان، سیر، حدود، شرکت، لقیط، وقف وغیرہ کے بیان میں ہے اور تیسری بیوع، کفالت، حوالہ، وکالت، ادب القاضی، شہادۃ، دعویٰ، مضاربت و دیعت، ہبہ اور اجارہ وغیرہ پر مشتمل ہے اور چوتھی جلد میں شفع، رہن، قسمت، کراہیت، احیاء موت، صید و ذبائح، جنایات اور وصایا وغیرہ کا بیان ہے۔ مصنف ہدایہ کا یہ انتقال ۹۳ھ/ ۱۱۹۷ء کو سرقد میں ہوا۔ صاحب ہدایہ کو بعض حضرات ”اصحاب ترجیح“ میں شمار کرتے ہیں جب کہ بعض کا کہنا ہے کہ انہیں ”مجتہدین فی المذہب“ میں شمار کرنا چاہیے۔

فتح القدير للعاجز الفقير:

یہ ہدایہ کی مشہور اور متداول شرح ہے جو علامہ بن عبد الوحد کمال الدین کی تالیف ہے جو ابن الہمام سے مشہور ہے۔ علامہ ابن ہمام کے والد بلاد روم کے علاقہ ”سیواس“ کے رہنے والے تھے۔ وہاں سے قاہرہ تشریف لے گئے، پھر اسکندریہ کے قاضی مقرر ہوئے، وہیں نکاح کیا اور ۸۸ھ یا ۹۰ھ میں علامہ ابن ہمام کی پیدائش ہوئی۔ موصوف کو تمام دینی علوم بالخصوص تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، نحو اور کلام اور منطق میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن نجیم نے ان کو اصحاب ترجیح فقہاء میں شمار کیا ہے اور بعض نے ان کو اہل اجتہاد میں شمار کیا ہے۔ موصوف اپنی اس شرح کو مکمل نہ فرما سکے۔ کتاب الوکالت کے کچھ ابتدائی حصے تک شرح فرمائی ہے۔ بعد میں مفتی شمس الدین احمد بن قدور معروف بہ ”قاضی زادہ رومی“ المتوفی ۵۸۰ھ نے اس کی تکمیل فرمائی اور اپنے اس تکرار کا نام ”نتائج الافکار فی کشف الرموز والاسرار“ رکھا، کیونکہ بقول ان کے ۳ ہزار ایسی تحقیقات ہیں، جو ان پہلے کسی قلم سے نہیں نکلیں، صرف ان ہی کے نظر و فکر کا وہ نتیجہ ہیں۔ علامہ ابن ہمام کی شرح سات جلدوں اور اس کا تکرار ۳ جلدوں میں مصر سے طبع ہو چکا ہے، اس طرح فتح القدير مع تکرار دس جلدوں پر مشتمل ہو گئی ہے۔ فتح القدير کے ساتھ حاشیہ پر ہدایہ کی دو اور شرحیں بھی چھپی ہوئی ہیں ایک ”عنایہ“ علامہ اکمل الدین محمد بن محمود بارتی المتوفی ۸۶ھ/ ۱۴۵۷ء کی اور دوسری ”کفایہ“ علامہ جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی کی۔ علامہ ابن ہمام کا انتقال قاہرہ میں ۷ رمضان ۶۱ھ/ ۱۴۵۷ء کو ہوا۔ موصوف صاحب کشف و کرامت صوفی بھی تھے۔ خلاف مذہب ان کے تفردات پر فتویٰ نہیں دیا جاتا۔

غنية ذوی الأحكام في بغية درر الحکام:

یہ درر الحکام کا حاشیہ ہے ”درر الحکام“ علامہ محمد بن فراموز الشبیر بہ ”مبوی خسرو، ملا خسرو“ کی تصانیف ہیں۔ جو محمد خان بن مراد خان کے دور خلافت میں فوج کے قاضی تھے، بعد میں قسطنطنیہ کے قاضی بنادیے گئے تھے، علوم عقلیہ اور نقلیہ کے بحر خزائن تھے۔ موصوف نے پہلے ایک متن ”غور الاحکام“ کے نام سے تالیف فرمایا، بعد ازاں خود ہی اس کی شرح لکھی اور اس کا نام رکھا ”درر الحکام فی شرح

غرد الاحکام، اس کی تالیف بروز ہفتہ ۱۲ ذی قعدہ ۱۷۷۵ھ کو شروع ہوئی اور ہفتہ ہی کے روز ۲ جمادی الاولیٰ ۱۷۸۴ھ کو احتتام پزیر ہوئی۔ ”ملا خسرو“ کے نام کے ساتھ مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے والد اصلاً غیر مسلم رومی تھے، بعد میں وہ اسلام لائے اور اپنی ایک لڑکی کا نکاح ایک ”خسرو“ نامی حاکم کے ساتھ کر دیا۔ باپ کے انتقال کے بعد یہ اپنے بہنوئی ”خسرو“ کے پاس اپنی بہن کے ساتھ رہنے لگے اور لوگ نہیں ”اخو زوجہ خسرو“ یعنی خسرو کی بیوی کا بھائی کہنے لگے۔ رفتہ رفتہ ”اخو زوجہ“ کے لفظ کثرت استعمال سے حرف ہو گئے اور ان کو ”ملا خسرو“ ہی کہا جانے لگا۔ موصوف کا انتقال ۱۷۸۵ھ / ۱۲۸۰ء کو قسطنطنیہ میں ہوا۔ ”در الاحکام“ کا یہ حاشیہ ”غنیۃ ذوی الاحکام“ ابو الاخلاص حسن بن عمار مصری شرنبلالی کی تصنیف ہے ”مصر“ کے قریب ایک شہر ”شرنبلولہ“ کے رہنے والے تھے۔ اسی شہر کی طرف نسبت کرتے ہوئے خلاف قیاس ان کو ”شرنبلالی“ کہا جاتا ہے۔ اپنے زمانے کے بہت بڑے فقیہ تھے اور متعدد کتابوں کے مصنف، مثلاً نور الایضاح اور اس کی شرح ”امداد الفتاح“، پھر اس شرح کا اختصار کیا ”مراقی الفلاح“ کے نام سے اور متفرق مسائل میں چھوٹے چھوٹے ۶۰ رسالے تالیف فرمائے۔ ”در الاحکام“ کا یہ حاشیہ ان کتابوں میں سب سے زیادہ مہتمم بالشان ہے، اس کی تالیف سے مصنف ۱۷۸۵ھ / ۱۲۲۶ء کے اواخر میں فارغ ہوئے، موصوف کا انتقال رمضان ۱۲۶۹ھ / ۱۷۵۹ء میں ہوا۔

فتاویٰ انقرویہ:

یہ شیخ الاسلام مولا محمد بن حسن انکوری کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ موصوف ترکی علماء میں مشہور حنفی فقیہ ہیں، ان کی کوریہ (انقرہ) میں پیدائش ہوئی۔ اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے ”انکوری“ یا ”انقروی“ کہا جاتا ہے۔ قسطنطنیہ میں تعلیم حاصل کی، مصر، قسطنطنیہ وغیرہ میں قاضی رہے بعد میں انہیں ترکی حکومت میں ”شیخ الاسلام“ بنادیا گیا، لیکن اس کے بعد جلد ہی کی وفات ہو گئی۔ تقریباً ۷۰ سال کی عمر میں ۱۸۰۸ھ / ۱۷۸۵ء میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ علامہ چلبی فتاویٰ انقرویہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ علماء کرام اور فقہاء عظام کے ہاں مقبول ہے۔ ۲ جلدوں میں مصر سے طبع ہو چکا ہے۔

فتاویٰ ظہیریہ:

یہ فتاویٰ فقیہ شہر محمد احمد بن عمر ظہیر الدین بخاری کی تصنیف ہے، جو اپنے زمانے میں علوم دینیہ کے اندر یکتا روزگار تھے، نیز ”بخاری“ کے محتسب بھی تھے۔ ابتداء تحصیل علم اپنے والد سے کی، بعد ازاں دیگر اکابر و فاضل عصر سے یہاں تک کہ آخر میں صاحب خلاصۃ الفتاویٰ کے ماموں علامہ ظہیر الدین حسن بن علی بن عبدالعزیز غنیانی کے پاس پہنچے، جو انکی صلاحیت کے باعث دیگر طلباء و طلباء پر ان کو فوقیت دیتے اور ان کا خصوصی احترام فرماتے تھے۔ صاحب فتاویٰ ظہیریہ کا انتقال ۱۷۱۹ھ / ۱۶۲۲ء میں ہوا۔ علامہ لکھنوی فرماتے ہیں کہ میں نے ”فتاویٰ ظہیریہ“ کا مطالعہ کیا ہے۔ میں نے اس کو ایک معتبر کتاب اور فوائد کثیرہ کا حامل پایا ہے۔ بعض حضرات نے اس کتاب کو موصوف کے استاذ ظہیر الدین بن حسن بن علی بن عبدالعزیز مرغینانی کی طرف اور بعض نے استاذ کے والد علی بن عبدالعزیز مرغینانی کی طرف

منسوب کیا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ غلطی کا سبب یہ ہے کہ ان دونوں باپ بیٹوں کا لقب بھی ظہیر الدین ہے۔ فرق کے لئے باپ کو ظہیر الدین کبیر اور بیٹے کو ظہیر الدین صغیر کہا جاتا ہے۔ علامہ لکھنوی نے اس غلطی کو مفصل طور پر ”علی بن عبد العزیز“ کے ترجمے کے ذیل میں الفوائد البہیہ ص ۱۲۱ پر ذکر فرمایا ہے۔

فتاویٰ قاضی خان:

یہ امام کبیر حسن بن محمود فخر الدین اوزجندی فرغانی معروف بہ ”قاضی خان“ کی تصنیف ہے۔ انہیں علوم دینیہ خصوصاً فقہ قطلو بغانے فرمایا ہے کہ ان کی تصحیح دوسروں کی تصحیح پر مقدم ہے، کیونکہ یہ ”فقیہ النفس“ ہیں اور علامہ چلی ان کی کتاب ”فتاویٰ قاضی خان“ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ مشہور مقبول ہے اور علما و فقہاء کے ہاں متداول ہے اور اس قابل ہے کہ ہر وقت قاضی و مفتی کے پیش نظر رہے۔

اس فتاویٰ میں امام قاضی خان کا دستور یہ ہے کہ اگر کہیں کسی مسئلہ کے سلسلے میں متاخرین کے متعدد اقوال نقل کرتے ہیں، تو جو قول ان کے نزدیک راجح اور زیادہ قابل اعتماد ہوتا ہے اسے وہ سب سے پہلے ذکر کرتے ہیں۔ اس اصول کو انہوں نے خود اپنے فتاویٰ کے خطبے میں ذکر فرمایا ہے۔ مصنف ”فرغانہ“ کے قریب اصہبان کے اطراف میں ایک شہر ”اوزجند“ کے رہنے والے قاضی خان صاحب ”خلاصۃ الفتاویٰ“ کے ماموں اور صاحب ”فتاویٰ ظہیر یہ“ کے استاذ علامہ ظہیر الدین حسن بن علی مرغینانی کے شاگرد ہیں۔ قاضی خان کے شاگردوں میں جمال الدین ابوالحامد محمود حمیری بخاری شارح میر کبیر وزیادات اور شمس الائمہ محمد کردری جیسے اکابر شامل ہیں موصوف کا انتقال نصف رمضان کی شب کو ۵۹۲ھ / ۱۱۹۶ء میں ہوا۔ یہ فتاویٰ چار جلدوں میں مملکت سے اور مصر سے فتاویٰ عالمگیری کی پہلی تین جلدوں کے حاشیے پر چھپ چکا ہے۔

الفتاویٰ المہدیہ فی الوقائع المصریہ:

یہ شیخ محمد عباس مہدی مصری کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ ان کے والدہ کا جب انتقال جب ہوا ان کی عمر اس وقت تین سال تھی معاشی حالت ناگفتہ بہ تھی، لیکن بایں ہمہ انہوں نے بڑی محنت سے جامعہ ازہر میں تعلیم حاصل کی ۲۱ سال کی نو عمری میں ان کو منصب افتاء کا اعزاز حاصل ہوا۔ نو عمری کے باعث ان پر بہتوں کو حسد بھی ہوا، لیکن یہ ان کے حق میں اس طور سے مزید مفید ثابت ہوا کہ وہ اپنے فتاویٰ انتہائی محنت اور جانفشانی سے لکھتے اور حتی الامکان تحقیق کا حق ادا کرنے کی پوری کوشش فرماتے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے دور میں اس منصب کے اہل ترین فرد بن گئے۔

۱۲۸ھ میں ان کو افتاء کے ساتھ ساتھ ”شیخ الاسلام“ ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اس منصب کی ذمہ داریوں سے بھی وہ بڑے حسن و خوبی سے عہدہ براہ ہوئے۔ تقریباً ۵۲ سال تک انہوں نے افتاء کا کام کیا ہے اور ۱۸ سال تک ”شیخ الاسلام“ کے عہد پر فائز رہے ہیں۔ ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۸ء میں مصنف نے داعی اجل کو لبیک کہا اور ”قراۃ المجاورین“ میں دفن ہوئے۔ مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ

نے اس فتاویٰ کی ایک خصوصیت کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ حنفیہ کی کتابوں میں سے، جس کتاب نے واقف کے مسائل کو سب سے زیادہ شرح و بسط اور انضباط کے ساتھ بیان کیا ہے وہ فتاویٰ مہدویہ ہے۔ (البلاغ مفتی اعظم نمبر ص ۴۰۲)

لسان الحکام فی معرفۃ الاحکام:

یہ کتاب امام ابو الید ابراہیم بن محمد معروف بہ ابن شحہ جلی کی تالیف ہے۔ موصوف نے قضا اور اس کے متعلقات کے بیان کے لئے یہ کتاب ترتیب دی تھی اور اس کو تیس فصلوں پر تقسیم کیا تھا، جس کی اجمالی فہرست موصوف نے دیباچہ میں ذکر کی ہے۔ لیکن ابھی اپنی کتاب کی ۲۱ فصلیں ہی لکھ پائے تھے کہ وقت موعوداً پہنچا اور آپ کتاب کو اسی نامکمل حالت میں چھوڑ کر خالق حقیقی سے جا ملے۔ موصوف کا انتقال ۸۸۲ھ / ۱۴۷۸ء کو ہوا۔ موصوف ”حلب“ کے قاضی اور وہاں کی ”جامع اموی“ کے خطیب تھے۔ پھر اس کا تکرار شیخ برہان الدین ابراہیم الخافعی العدوی نے لکھا اور اس کا نام ”غایۃ المرام فی تتمۃ لسان الحکام“ رکھا، عام طور پر یہ دونوں کتابیں معین الحکام اور لسان الحکام مع تکرار لکھے ہی چھپی ہیں۔ میرے سامنے جو نسخہ ہے، اس میں ص ۲۱۳ تک معین الحکام ہے، ص ۲۱۵ سے لسان الحکام شروع ہوتی ہے اور ص ۳۷۹ سے آخر کتاب تک اس کا تکرار ہے۔ قاضی حضرات کو معین الحکام کے ساتھ ساتھ لسان الحکام مع تکرار بھی ضرور مطالعہ کرنی چاہیے۔

مبسوط:

یہ امام ابو بکر محمد بن احمد شمس الائمہ سرخسی کی تصنیف ہے، جسے انہوں نے محض اپنے حافظ کی مدد سے ”اوز جند“ کے قید خانہ کے اندر ایک کنویں میں محبوس ہونے کے زمانے میں اپنے شاگردوں کو املا کرایا تھا، جو کنویں کے کنارے پر بیٹھے ہوتے تھے۔ یہ کتاب ۳۰ جلدوں میں مصر سے طبع ہو چکی ہے۔ اس عظیم کتاب سے امام شمس الائمہ کے رسوخ فی العلم اور تمام مسائل کی مکمل تفصیلات کے استحضار کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے ابن کمال پاشا نے ان کو ”مجتہد فی المسائل“ کے طبقے میں شمار کیا ہے۔ امام سرخسی شمس الائمہ حلوانی (المتوفی ۴۳۸ھ / ۱۰۵۶ء) کے خصوصی شاگرد تھے۔ قید کی وجہ ان کی وہ نصیحت تھی، جو انہوں نے کسی غیر مناسب کام پر بادشاہ وقت کو کی تھی مبسوط میں کسی کسی مقيم پر اختتام بحث کے موقع پر اپنے محبوس ہونے کا ذکر بھی کر دیتے ہیں، مثلاً عبادات کے بیان کے آخر میں فرماتے ہیں، ”هذا آخر شرح العبادات باوضح المعانی واواجز العبارات املاء المحبوس عن الجمع والجماعات۔ موصوف کے سن وفات میں اختلاف ہے، بقول بعض ۴۹۰ھ / ۷۔ ۱۰۹۶ء اور بقول بعض ۵۰۰ھ / ۷۔ ۱۱۰۶ء کے لگ بھگ۔

فتاویٰ عالمگیریہ:

متحدہ ہندوستان میں مشہور مغل فرماں رواں عالمگیر (المتوفی ۱۱۱۸ھ / ۱۷۰۷ء) نے جب باقاعدہ گی سے شریعت کا نفاذ ہندوستان میں کیا تو اس نے محسوس کیا کہ کئی باتیں ایسی ہیں جن میں اصل شرعی مسئلہ تک پہنچنے میں دقت ہوتی ہے، کیونکہ ایسی کوئی جامع کتاب موجود نہیں

ہے، جس میں تمام جزئیات اور نئے پیش آنے والے مسائل کا حل مذکور ہو، اس لئے انہوں نے ملک کے چیدہ چیدہ منتخب علما کرام کا ایک بورڈ شیخ نظام الدین برہانپوری کی سربراہی میں تشکیل دیا۔ جس نے آٹھ سال کے عرصے میں اس فتاویٰ کی تدوین کا کام مکمل کیا۔ عالمگیری اس کی تدوین میں خود شریک رہے۔ روزانہ کا مرتب کردہ حصہ ملا نظام سے پڑھوا کر روزانہ سنتے تھے اور بوقت ضرورت اس پر جرح قدح بھی فرماتے تھے تاکہ مسئلہ میں کوئی ابہام وغیرہ باقی نہ رہے۔ فتاویٰ عالمگیری کے متعلق ”معارف“ (اعظم گڑھ) کے ایک مضمون نگار لکھتے ہیں۔ ”حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب کی ترتیب اس محنت اور احتیاط کے ساتھ کی گئی ہے کہ جو مسائل قاضی یا مفتی کو پیش آسکتے ہیں، ان کے متعلق مشہور فقہاء کی رائے بغیر کسی دشواری کی دستیاب ہو سکتی ہے۔“ اسی کو ”فتاویٰ ہندیہ“ بھی کہا جاتا ہے۔

فتاویٰ بزازیہ:

یہ کتاب محمد بن محمد کردری خوارزمی کی تالیف ہے۔ موصوف اپنے زمانے میں علم اصول وفروع اور دیگر علوم دینیہ میں پکتائے روزگار تھے، زیادہ تر علم والد ماجد سے ہی حاصل کیا۔ پہلے آپ ”لعل“ کے قریب شہر ”قدیم“ تشریف لے گئے، یہاں پر چند سال رہ کر واپس اپنے علاقے میں تشریف لے آئے۔ پھر یہاں سے روم تشریف لے گئے، لیکن ”روم“ تشریف بری سے پیشتر انہوں نے اپنی کتاب ”الجامع الوفیز“ مرتب فرمائی تھی اس کی تالیف سے ۸۱۲ھ/۱۰۱۰ء میں فارغ ہوئے جو آج کل ”فتاویٰ بزازیہ“ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کتاب متعدد بار چھپ چکی ہے۔ ہمارے پیش نظر وہ نسخہ ہے، جو ۶ جلدوں میں مصر سے شائع ہونے والے فتاویٰ عالمگیری کی آخری ۳ جلدوں کے حاشیہ پر چھپا ہوا ہے۔ جب کہ پہلی تین جلدوں کے حاشیہ پر فتاویٰ قاضی خان چھپا ہوا ہے۔ مؤلف فتاویٰ بزازیہ کا انتقال ۸۲۷ھ/۱۴۲۴ء کو ہوا، یہ کتاب بھی علما کے ہاں بڑی معتبر اور معقول ہے یہاں تک کہ صاحب کشف الظنون نقل فرماتے ہیں مفتی ابوالسعود سے کہا گیا کہ آپ فقہ میں اہم اور زیادہ پیش آنے والے مسائل پر مشتمل کوئی کتاب کیوں نہیں تالیف فرماتے، تو انہوں فرمایا کہ صاحب بزازیہ سے شرم کے باعث، کہ ان کی کتاب کے ہوتے ہوئے میری تالیف کرنے کی حاجت نہیں ہے۔

جامع الفصولین:

یہ شیخ بدرالدین محمود بن اسماعیل معروف بہ ”ابن قاضی سماوہ“ کی تصنیف ہے۔ چونکہ یہ صرف معاملات سے متعلق مسائل پر مشتمل ہے اس لئے ہمیشہ یہ قاضیوں اور مفتیوں کے پیش نظر رہی ہے۔ درحقیقت یہ کتاب کچھ اضافات کے ساتھ دو کتابوں کا مجموعہ ہے۔ ایک ”الفصول الاستروشنیہ“ جو قاضیوں کو کثرت سے پیش آنے والے قضا اور دعویٰ سے متعلق مسائل پر مشتمل ہے اور تین فصلوں پر منقسم ہے یہ شیخ مجدالدین محمد بن محمود استروشنی المتوفی ۶۳۲ھ/۴-۱۲۳۵ء کی تصنیف ہے۔ سمرقند میں وہ اس کی تالیف سے ۶۵۱ھ/۲۵۳ء میں فارغ ہوئے تھے۔ ابن قاضی سماوہ نے ان دونوں کو اس طرح جمع کر دیا کہ مکررات کو حذف کر کے کچھ ضروری مسائل کا اضافہ بھی کر دیا۔ مصنف کے والد بلا دروم میں قلعہ ”سماوہ“ کے قاضی تھے۔ یہ کتاب چالیس فصلوں پر مشتمل ہے۔ جو نسخہ اس وقت ہمارے سامنے

ہے اسمیں جامع الفصولین کے ساتھ ہی خیر الدین رملی کے حواشی بھی ہیں، جو انہوں نے جامع الفصولین پر لکھے ہیں، نیز حاشیہ پر جامعہ الصغائر چھپی ہوئی ہے اور اس کے ختم ہونے کے بعد حاشیہ پر ہی آداب الاوصیاء چھپی ہے۔

السیر الصغیر:

یہ امام ابو حنیفہؒ المتوفی ۱۵۰ھ/ ۷۶۷ء کے شاگرد اور فقہ حنفی کے مدون اول امام محمد بن الحسن الشیبانی کی تصنیف ہے۔ امام محمد کا خاندان اصلاً دمشق کا رہنے والا ہے۔ ان کے والد عراق تشریف لے آئے۔ ”واسطہ“ میں ۱۳۲ھ-۹۵۰ء میں امام محمد کی ولادت ہوئی اور نشوونما ”کوفہ“ ہی میں حدیث کا درس آپ نے امام ابو حنیفہ، مسعر بن کدام اور سفیان ثوری وغیرہ سے لیا، امام مالک، اوزاعی، بکیر بن عمار اور امام ابو یوسف سے بھی آپ احادیث روایت کرتے ہیں، پھر بغداد میں سکونت اختیار کر لی، آپ کے شاگردوں میں امام شافعی، ابوسلیمان جوزجانی اور ابو عبیدہ قاسم بن سلام ایسے اکابر شامل ہیں۔ آپ کچھ عرصے کے لئے ”رقہ“ کے قاضی بھی رہے۔ خلیفہ ہارون رشید نے جب پہلی بار ”رے“ کا سفر کیا تو امام محمد کو بھی اپنے ہمراہ لے گیا، وہیں پر ۵۸ سال کی عمر میں ۱۸۹ھ/ ۸۰۵ء میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ موصوف کثیر التصانیف آدمی تھے۔ آپ کی کل تصانیف ۹۹۰ تھیں۔ جن میں سے بیش تر مرد و زمانہ کے باعث تلف ہو گئیں، جو باقی بچیں، ان میں جو کثرت اور تسلسل کے ساتھ علماء فقہاء کے پڑھنے پڑھانے میں آتی رہیں ان کو ”ظاہر الروایۃ“ کہا جاتا ہے اور بقیہ کو ”نادر الروایۃ“ قرار دیا جاتا ہے۔ فقہ حنفی کا مدار ”ظاہر الروایۃ“ کتابوں پر ہے، جو تعداد میں ۶ ہیں یعنی سیر صغیر، جامع صغیر، جامع کبیر الاصل اور زیادات۔

”سیر صغیر“ کو امام محمد نے چونکہ امام ابو حنیفہؒ سے روایت کیا تھا، اس لئے اسے ”سیر ابی حنیفہ“ بھی کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ”سیر صغیر“ جب امام اوزاعی نے دیکھی تو فرمایا ”مالا هل العراق والتصنيف في هذا الباب“، یعنی ان مسائل کا علم اہل عراق کو نہیں، اس موضوع پر وہ لکھ سکتے ہیں، نیز اس کا رد انہوں نے لکھا: ”الرد على سیر ابی حنیفہ“ کے نام سے۔ جس کا جواب ابو یوسفؒ نے دیا اور اس کا نام رکھا ”الرد على سیر الاوزاعی“ جو طبع بھی ہو چکا ہے۔

السیر الکبیر:

یہ بھی امام محمدؒ کی تصنیف ہے۔ موصوف کو جب ان کی تصنیف ”سیر صغیر“ پر امام اوزاعی کا تبصرہ معلوم ہوا تو پھر انہوں نے ایک مبسوط اور مفصل کتاب اسی موضوع پر تحریر فرمائی، جس کے بارے میں امام اوزاعیؒ نے فرمایا تھا کہ اہل عراق کو ”سیر“ کے مسائل کا کیا علم؟ یہ کتاب جب امام اوزاعی کو پہنچی تو انہوں نے اس کا مطالعہ کیا اور متحیر اور ششدر ہو کر فرمایا کہ اگر اس کتاب میں احادیث مبارک نہ ہوتیں تو میں کہتا کہ یہ شخص علم خود تیار کر لیتا ہے۔ یہ کتاب امام شمس اللہ مرنسی کی شرح کے ساتھ ۴ جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔

کتاب الاصل: یہ امام محمدؒ کی سب سے پہلی تصنیف ہے اور اسی بنا پر اس کا نام ”الاصل“ رکھا گیا ہے۔ یہ درحقیقت امام محمدؒ کی متعدد

تصانیف کا مجموعہ ہے۔ امام موصوف نے مختلف ابواب فقہ پر ایک ایک مستقل کتاب تحریر فرمائی تھی، مثلاً کتاب الصلوٰۃ کتاب الزکوٰۃ، وغیرہ اس طرح تقریباً ۶۰ کتاب تالیف فرمائی تھیں۔ ان ہی کا مجموعہ ”کتاب الاصل“ کہلاتا ہے۔ اسی کتاب کو دیکھ کر اہل کتاب میں سے ایک حکیم یہ کہہ کر مسلمان ہو گیا تھا، کہ ”ہذا کتاب محمد کم الا صغر، فکیف کتاب محمد کم الا کبر“، یعنی یہ تمہارے چھوٹے محمدؐ کی کتاب ہے، تو تمہارے بڑے محمد ﷺ کی کتاب کا کیا حال ہوگا اور یہی وہ کتاب ہے جسے امام شافعیؒ نے حفظ کیا تھا اور پھر اسی پنج پر اپنی کتاب ”الام“ کو تالیف فرمایا یہ کتاب پانچ ضخیم جلدوں میں اب پاکستان میں طبع ہو گئی ہے۔ دیگر کتابوں کی بہ نسبت زیادہ مفصل ہونے کے باعث اس کو ”مبسوط“ بھی کہا جاتا ہے۔

الجامع الصغير:

یہ بھی امام محمدؒ کی تالیف ہے اس کا سبب یہ تالیف ہوا کہ امام ابو یوسف (المتوفی ۱۸۲ھ/۷۹۸ء) نے امام محمد سے فرمایا کہ جو مسائل امام ابو حنیفہؒ کے، میرے روایت سے تم کو پہنچے ہیں ان کو یکجا جمع کر دو۔ امام محمد نے یہ کتاب مرتب فرما کر پیش فرمادی، اس میں ۱۵۳۳ مسائل درج ہیں۔ امام ابو یوسفؒ نے دیکھ کر تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ واہ! میری روایت کو خوب یاد رکھا، لیکن ۳ مسائل میں تم نے غلطی کی ہے امام محمدؒ نے فرمایا میں نے غلطی نہیں کی، بلکہ آپ اپنی روایت بھول رہے ہیں۔ امام ابو یوسفؒ باوجود جلالت شان کے اس کا تب کو سفر و حضر میں اپنے سے جدا نہیں کرتے تھے۔ یہ کتاب بھی پہلی بار ٹائپ پر کراچی سے حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔

الجامع الكبير:

یہ بھی امام محمدؒ کی تصنیف ہے، لیکن دیگر کتابوں کی بہ نسبت یہ زیادہ دقیق ہے، بغیر کسی محقق آدمی کی مفصل شرح دیکھے ہوئے، بات کی تہ تک پہنچنا دشوار ہے۔ اس لئے اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کی مثال ایسی ہے، جیسے کوئی شخص بلندی پر گھر تعمیر کرے اور ساتھ ساتھ سیڑھیاں بناتا جائے، جب اس کی تعمیر مکمل ہو جائے تو نیچے اتر کر سب سیڑھیاں توڑ ڈالے اور کہے کہ لیجیے چڑھیے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ شاید امام محمدؒ نے اس کو اس لئے تالیف فرمایا تھا تاکہ یہ ایک کسوٹی بن جائے۔ فقہاء کی عظمت کو معلوم کرنے اور ان کے ملکہ استنباط کو دریافت کرنے کے لئے یہ کتاب بہت اہم ہے۔ اس لئے بڑے بڑے فقہانے اس کی شرح لکھی ہے۔ یہ کتاب لاہور سے طبع ہو چکی ہے۔

زیادات:

یہ بھی امام محمدؒ کی تصنیف ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ امام قاضی نے یہ ذکر فرمائی ہے کہ ”جامع کبیر“ کی تصنیف کے بعد کچھ اور مسائل کا ذکر موصوف نے مناسب جانا تو ان کو علیحدہ مستقل صورت میں جمع فرمایا دیا اس کا نام رکھ دیا ”زیادات“ پھر اس کی تکمیل کے بعد مزید کچھ مسائل الزیادات کے نام سے جمع فرمائے۔ ”زیادات الزیادات“ بہت مختصر کتاب ہے، کل سات باب پر مشتمل ہیں دونوں کتابوں کی شرحیں بھی بہت سے اکابر نے لکھی ہیں۔ ”زیادات“ تو تاحال غیر مطبوعہ ہے، لیکن ”زیادات الزیادات“ شمس اللامہ نرسی اور امام

ابونصر احمد بن محمد العتابی البخاری المتوفی (۵۸۶ھ/۱۱۹۰ء) کی شرحوں کے ساتھ لاہور سے طبع ہو چکی ہے۔ چونکہ ”زیادات الزیادات“ دراصل ”زیادات“ ہی کا مکملہ اور تتمہ ہے، اس لئے یہ بھی ”ظاہر الروایۃ“ کتابوں میں شامل ہے۔

کتاب الحجۃ علی اهل المدينة:

یہ بھی امام محمدؒ کی تصنیف ہے۔ اس کا سبب تالیف یہ ہے کہ جب امام محمدؒ مدینہ منورہ علی ساکنا الصلوٰۃ والسلام تشریف لے گئے، تاکہ ”موطا“ کا سماع امام مالکؒ سے کریں اور اس دوران وہاں کے دیگر محدثین سے بھی احادیث کا سماع کیا، تو وہاں کے علماء کرام سے ان مسائل پر بحث مباحثہ بھی ہوا، جو احناف اور ان کے درمیان مختلف فیہ تھے۔ اس لئے امام محمدؒ نے اس وقت اپنے موقف پر دلائل کتابی صورت میں جمع فرمادیئے، پھر جب آپ مدینہ منورہ سے واپس عراق تشریف لائے تو اس کتاب کو ان کے شاگردوں نے ان سے روایت کیا۔ اس وقت جونہی اس کتاب کا دستیاب ہے، وہ امام محمدؒ کے شاگرد عیسیٰ بن ابان (المتوفی ۲۲۱ھ/۸۳۶ء) کی روایت سے ہے اس کتاب کا مکمل نسخہ تا حال دستیاب نہیں ہے، جو حصہ دستیاب ہے اندازہ ہے کہ وہ اصل کتاب کا نصف حصہ ہے۔ بہر حال جو حصہ دستیاب ہے، وہ دارالعلوم دیوبند کے سابق مفتی سید مہدی حسن (المتوفی ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء) کی تعلیقات و حواشی کے ساتھ ۴ جلدوں میں لاہور سے بھی طبع ہو چکا ہے۔ امام محمدؒ کی مندرجہ بالا تمام کتابیں اولاً حیدر آباد دکن کے ادارہ ”دار المعارف النعمانیہ“ کی طرف سے علامہ ابو الوفاء افغانیؒ کی کوششوں سے طبع ہوئی تھیں۔ بعد میں جہاں کہیں سے طبع ہوئی ہیں، اسی سابقہ ایڈیشن کی عکسی طباعت ہے

تنویر الأبصار:

یہ علامہ شمس الدین محمد بن عبد اللہ بن احمد الخطیب ترمذی الغری کی تصنیف ہے۔ یہ ایک انتہائی جامع اور مختصر متن ہے۔ یہ فلسطین کے علاقہ ”غزہ“ کے رہنے والے تھے۔ علامہ ابن نجیم مصری صاحب ”الحر الرائق“ کے شاگرد تھے۔ علوم دینیہ بالخصوص فقہ و فتاویٰ میں یکتائے روزگار تھے۔ متعدد ضخیم کتابیں اور کئی چھوٹے رسائل آپ کی یادگار ہیں۔ آپ کی تصنیف میں ”تنویر الابصار“ کو بہت شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی اور متعدد علماء نے اس کی شروح و حواشی لکھے۔ اس کی شرحوں میں سب سے زیادہ مشہور ”در مختار“ ہے جس کا تعارف اس سے پیشتر ہم کر چکے ہیں۔ مصنف تنویر الابصار کا انتقال ۱۰۰۴ھ/۱۵۹۶ء کو ہوا۔

مختصر الوقایہ:

امام برہان الشریعہ محمود بن صدر الشریعہ الاول نے ایک کتاب ”وقایۃ الروایۃ فی مسائل الہدایۃ“ اپنے نواسے صدر الشریعہ الثانی عبید اللہ بن مسعود المتوفی ۷۴۵ھ/۱۳۴۵ء کے لئے مرتب فرمائی تھی۔ یہ کتاب علماء و فقہاء کے درمیان بہت مقبول ہوئی، متعدد اکابر نے اس کی شرحیں لکھیں۔ خود مصنف کے نواسے صدر الشریعہ الثانی عبید اللہ بن مسعود نے بھی اس کی شرح لکھی۔ آج کل جب شرح دقایہ کا لفظ بولا جاتا ہے تو انہی کی شرح مراد ہوتی ہے۔ صدر الشریعہ الثانی نے شرح لکھنے کے علاوہ

”وقایۃ الروایہ فی مسائل الہدایہ“ کا ایک اختصار لکھا۔ اس ”مختصر الوقایہ“ کا نام انہوں نے ”نقایہ مختصر الوقایہ“ رکھا، یہ متن انتہائی مختصر اور عمدہ ہے اور علماء کرام کے ہاں بہت مقبول ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کی شرح متعدد اکابر علماء نے لکھی ہے، ”نقایہ“ کی شرحوں میں سے ایک بہت اہم اور نفیس شرح ملا علی قاری المتوفی ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۶ء کی تصنیف ہے، جو حال ہی میں کراچی سے دو ضخیم جلدوں میں شائع ہو گئی ہے۔ اس شرح کی خصوصیت یہ ہے کہ ملا علی قاری نے اثبات مسائل میں اس کا بڑا اہتمام فرمایا ہے کہ حتیٰ الوسع احادیث پاک سے پیش فرمائے جائیں۔

فتاویٰ تاتارخانیہ:

امیر تاتارخان دہلوی، فیروز شاہ تغلق کے دور حکومت میں ایک اہم رکن سلطنت تھے۔ وہ بڑے عالم فاضل اور تفسیر، حدیث، فقہ اور اصل میں بڑا ممتاز مقام رکھتے تھے، نیز بڑے اونچے اخلاق و کردار کے حامل تھے۔ شریعت مطہرہ کے تحت پابند، امراء حکام کا شدید محاسبہ کرنے والے تھے۔ ان کی صحبت میں ہمیشہ علماء و فضلاء کا مجمع رہتا اور وہ اس پاکباز طبقہ کا بہت احترام فرماتے تھے۔ انہوں نے اپنے دور کے ایک بہت بڑے علوم عربیہ اور فقہ و اصولی کے عالم شیخ فرید الدین عالم بن علاء اندر پتی (المتوفی ۸۶۱ھ/۱۴۸۲ء) کو حکم دیا کہ فقہ حنفی کی ایک جامع کتاب مرتب کریں اور اختلافی مسئلہ میں تمام اقوال مختلفہ نقل کر دیں اور ساتھ ہی اختلاف کرنے والے علماء، فقہاء کی تصریح کر دیں چنانچہ امیر تاتارخان کے حکم کے بعد شیخ عالم بن علاء نے ایک بڑی ضخیم کتاب مرتب کر دی اور اس کا نام ”زاد السفر“ اور ”زاد المسافر فی الفروع“ رکھا گیا۔ لیکن چونکہ اس کی ترتیب و تسوید امیر تاتارخان دہلوی کے حکم سے ہوئی تھی، اس لئے اس کی زیادہ شہرت ”فتاویٰ تاتارخانیہ“ کے نام سے ہوئی۔ معلوم ہوا ہے کہ اب دہلی میں اس کی طباعت ہو رہی ہے اور ایک جلد طبع بھی ہو گئی ہے۔ واللہ اعلم۔

فتاویٰ حمادیہ:

یہ مفتی رکن الدین ناگوری بن حسام الدین ناگوری کی تصنیف ہے، جو علاقہ گجرات (کاٹھیاوار) کے ایک مشہور شہر ”نہروالہ“ میں منصب افتاء پر فائز تھے۔ یہ کتاب انہوں نے اپنے ہی علاقہ کے قاضی القضاۃ قاضی حماد الدین بن محمد اکرم گجراتی کے حکم پر تالیف فرمائی۔ اس کی تالیف میں ان کے صاحبزادے مفتی داؤد بن مفتی رکن الدین ناگوری بھی اپنے والد کے ساتھ شامل رہے۔ ”فتاویٰ حمادیہ“ کے مقدمہ میں بیان کیا گیا ہے کہ تفسیر، حدیث، فقہ اور اصول فقہ کی ۲۱۶ کتابوں سے استفادہ کر کے اس کو مرتب کیا گیا ہے۔ قاضی حماد الدین صاحب نے یہ بھی ہدایت فرمائی تھی کہ اس کتاب میں صرف وہ مسائل جمع فرمائیں جو جمہور فقہاء کے اجماعی اور مفتی بہ ہوں۔ چونکہ اس کی تالیف اس ہدایت کے مطابق عمل میں آئی ہے، اس لئے یہ کتاب لائق اخذ اور قابل اعتماد بن گئی ہے۔ یہ کتاب نویں صدی ہجری میں لکھی گئی ہے، اس کتاب کے قلمی نسخے، متعدد کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں۔ ”معجم المطبوعات العربیہ والمعریہ“ اور بعض دیگر

شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب ہندوستان کے اندر ۱۲۴۱ھ/۱۸۲۶ء میں کلکتہ سے طبع ہو چکی ہے۔

مجموعۃ الفتاویٰ:

یہ حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ یہ فتاویٰ ۳ جلدوں میں طبع ہوا تھا اور اس کا ایک ایڈیشن وہ بھی ہے۔ جو ”خلاصۃ الفتاویٰ“ کے حاشیہ پر چھپا تھا۔ اب پاکستان سے ان دونوں ایڈیشنوں کی عکسی طباعت ہو گئی ہے۔ چونکہ مولانا لکھنوی کے اکثر فتاویٰ عربی یا فارسی زبان میں تھے، اس لئے عوام الناس اس سے استفادہ نہیں کر پاتے تھے، دوسرا اشکال اس سے استفادہ کا جس سے عوام چھوڑ خواص بھی پریشان تھے، وہ یہ تھا کہ ہر باب کے مسائل تین جلدوں میں بکھرے ہوئے تھے۔ ان دونوں اشکالوں کو رفع کرنے کے لئے مولانا خورشید عالم صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند، مدرس دارالعلوم کراچی نے ایک تو بڑی سہل اردو میں اس کا ترجمہ فرمایا اور پھر اس کو اس طرح مرتب فرمایا کہ تین جلدوں میں بکھرے ہوئے مسائل کو یکجا کر دیا۔ اس طرح نہ صرف عوام کے استفادہ کا راستہ ہموار ہوا بلکہ وہ پریشانی بھی رفع ہو گئی جو مسائل کے کئی جلدوں میں منتشر ہونے کے باعث پیدا ہوتی تھی۔

یہ ترجمہ بترتیب جدید کراچی سے ایک جلد میں طبع ہو چکا ہے۔ حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ کی ولادت ۲۶ ذیقعدہ ۱۲۶۴ھ/۱۸۴۸ء کو ہوئی۔ آپ کثیر التصانیف تھے، تقریباً ہر علم میں آپ نے کوئی نہ کوئی تصنیف یا دگار چھوڑی ہے۔ آپ کی کل تصانیف کی تعداد ۹۰ کے لگ بھگ ہے۔ ۷۱ سال کی عمر میں حفظ قرآن سمیت تمام علوم مرور وجہ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، منطق، فلسفہ اور ریاضی وغیرہ سے فراغت حاصل کر لی۔ مولانا کا انتقال بہت کم عمری میں ہو گیا۔ آپ کا سنہ وفات ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء ہے۔

مجمع الأنهر شرح ملتقى الأنحر:

امام ابراہیم بن محمد حلبی ۹۵۶ھ/۱۵۴۹ء نے مسائل فقہ پر ایک جامع کتاب مرتب کی، جس میں ”مختصر قدوری، المختار، کنز، الوقایہ“ کے مسائل کو جمع کر دیا، نیز ”ہدایہ اور مجمع“ کے مسائل ضروریہ بھی اس میں شامل کر دیئے اور اقابیل مختلفہ میں سب سے مقدم اس قول کو ذکر کیا جو زیادہ رائج تھا اور اس بات کا بڑا اہتمام کیا کہ ”متون اربعہ“ کا کوئی مسئلہ ذکر ہونے سے رہ نہ جائے، اس کا نام انہوں نے رکھا ”ملتقى الانهر“ جامعیت اور قابل اعتماد ہونے کے باعث یہ کتاب بڑی مشہور ہوئی اور بڑے بڑے علماء نے اس کی شرحیں لکھیں۔ اس کی تکمیل رجب ۹۲۳ھ/۱۵۱۷ء کو ہوئی۔ ”مجمع الأنهر“ اسی ”ملتقى الانهر“ کی مبسوط شرح ہے، جو عساکر رومیہ کے قاضی القضاۃ علامہ عبد الرحمن بن شیخ محمد بن سلیمان معروف بہ شیخ زادہ (المتوفی ۱۰۷۷ھ/۱۶۶۷ء) نے تحریر کی ہے۔ یہ کتاب بیروت سے حال ہی میں دو جلدوں میں طبع ہوئی ہے۔ اس کے حاشیہ پر ”ملتقى الانهر“ کی ایک اور شرح ”الدر المنقى فی شرح الملتقى“ چھپی ہے، جس کے مصنف علاء الدین صکفی صاحب درمختار ہیں۔

الجوہرۃ النیرۃ علی مختصر القدوری:

شیخ احمد بن محمد ابوالحسن بغدادی قدوری (المتوفی ۴۲۸ھ/۱۰۳۷ء) نے فقہ حنفی میں ایک متن ”مختصر القدوری“ کے نام سے مرتب فرمایا، جو فقہ حنفی کے بہت قابل اعتماد ”متون اربعہ“ میں شامل ہے۔ اس کی متعدد اکابر نے مختصر و مبسوط شرحیں لکھی ہیں۔ یہ کتاب اہل علم کے ہاں بہت متبرک سمجھی جاتی ہے۔ وباء کے زمانہ میں اس کا پڑھنا وباء کے لئے مفید سمجھا جاتا ہے، اس کا حفظ کرنا فقر سے نجات دیتا ہے یہ کتاب بارہ ہزار مسائل پر مشتمل ہے۔ بغداد کے محلہ قدورہ کی طرف انتساب کے باعث (قدوری یعنی ہانڈیوں کے بنانے یا بیچنے کے) ان کو ”قدوری“ کہا جاتا ہے۔ ”الجوہرۃ النیرۃ“ اسی ”مختصر القدوری“ کی ایک معتمد علیہ شرح ہے، جو شیخ الاسلام ابوبکر بن محمد بن علی الحدادی البیسی (المتوفی ۸۰۰ھ/۱۳۹۸ء) کی تصنیف ہے۔

یہ پاکستان میں چھپ چکی ہے، اس کا ایک ایڈیشن ایسا بھی، جس کے حاشیہ پر ”مختصر القدوری“ کی ایک اور شرح ”اللباب“ چھپی ہوئی ہے، کہتے ہیں کہ مصنف جوہرہ نے پہلے ایک مبسوط شرح لکھی تھی جس کا نام ہے ”السراج الوہاج“ جس میں انہوں نے بسط و تفصیل کی خاطر ضعیف اور غیر معتبر اقوال بھی جمع کر دیئے تھے۔ اس لئے بعض علماء نے ”السراج الوہاج“ کو کتب غیر معتبر میں شامل کیا ہے۔ بعد میں اس کا اختصار کیا اور مختصر شرح کا نام ”الجوہرۃ النیرۃ“ رکھا۔

فتاویٰ خیریہ:

یہ علامہ خیر الدین بن احمد ناروق رملی کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ علامہ خیر الدین رملی کی ولادت فلسطین کے شہر ”رملہ“ میں ۹۹۳ھ/۱۵۸۵ء میں ہوئی۔ موصوف ایک بڑے مفسر، محدث، فقیہ اور منطقی ہونے کے ساتھ ساتھ علوم عربیہ ادبیہ کے بھی ماہر تھے۔ تحصیل علم کے بعد اپنے شہر اور مصر میں درس دیتے رہے متعدد کتابوں مثلاً یعنی، شرح کنز، الاشباہ والنظائر، البحر الرق اور جامع الفصولین وغیرہ پر حواشی لکھے۔ فتاویٰ خیر یہ ان کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے، جو ان کے شاگرد علامہ ابراہیم بن سلیمان رملی نے جمع کیا ہے۔ اس کا پورا نام ’الفتاویٰ الخیریہ لنفع البریۃ‘ ہے، مصر سے یہ فتاویٰ ’العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ‘ کے حاشیہ پر دو جلدوں میں چھپ چکا ہے۔ علامہ خیر الدین رملی کا انتقال اپنے شہر ”رملہ“ میں ۱۰۸۱ھ/۱۶۷۰ء میں ہوا۔

العقود الدریہ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ:

یہ علامہ ابن عابدین شامی صاحب ”رد المحتار“ کی تصنیف ہے۔ یہ مولانا حامد آفندی مفتی دمشق کے فتاویٰ کی تنقیح ہے۔ جو انہوں نے منصب افتاء پر فائز رہنے کے زمانہ (۱۱۳۷ھ/۱۷۲۵ء تا ۱۱۵۵ھ/۱۷۴۳ء) میں صادر فرمائے تھے اور ”فتاویٰ حامدیہ“ کے نام سے خود مولانا حامد صاحب نے جمع فرمائے تھے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ اس سے زیادہ نافع اور اس سے زیادہ قابل اعتماد فتاویٰ کا مجموعہ کوئی نہیں دیکھا، نیز مفتی صاحب کے متاخر زمانے میں ہونے کے باعث اس میں بہت سے جدید پیش آمدہ حوادث اور واقعات کا حل بھی مل جاتا ہے، لیکن چونکہ اس کی ترتیب کوئی عمدہ نہ تھی کہ جس سے مسئلہ آسانی سے معلوم کیا جاسکے۔ مشہور اور غیر ضروری مسائل بھی اس

میں درج تھے اور بعض مسائل مکرر بھی ہو گئے تھے، نیز بعض جگہ ایسا بھی ہوا کہ مسئلہ ایک جگہ ذکر کیا گیا اور دلیل کسی دوسری جگہ نقل کر دی گئی ہے۔ اس لئے میں نے اس کو صحیح ترتیب پر مرتب کرنے اور مہذب و منقح کرنے نیز بوقت ضرورت اہم اضافے کرنے کا عزم کر کے کام شروع کر دیا تا آنکہ میں نے اس کو مکمل کر ڈالا۔ علامہ شامی نے ”فتاویٰ حامدیہ“ کی تنقیح، اپنی کتاب ”رد المختار“ اور ”منحۃ الخالق“ کی تکمیل کے بعد فرمائی ہے۔ ترتیب جدید کے بعد علامہ شامی نے اس کا نام ”العقود الدریہ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ“ رکھا۔ یہ کتاب مصر سے حاشیہ پر، فتاویٰ خیر یہ کے ساتھ دو جلدوں میں چھپ چکی ہے اور بیروت سے تنہا بھی دو جلدوں میں طبع ہو گئی ہے۔

کتاب الخراج:

یہ امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم کی تصنیف ہے، جو امام اجل، فقیہ اکل، حافظ الحدیث امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں میں سب سے اونچے درجہ کے حامل اور مجتہد فی المذہب تھے۔ آپ ایک مشہور انصاری صحابی سعد بن عتبہؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ ۱۱۳ھ میں آپ کی پیدائش کوفہ میں ہوئی۔ ہشام بن عبد الملک مہدی، ہادی اور ہارون رشید کے عہد میں عہدہ قضاء پر فائز رہے ہیں۔ امام حمد بن حنبل اور یحییٰ ابن معین جیسے کبار محدثین آپ کے شاگردوں میں شامل ہیں۔ کتاب الخراج، آپ نے خلیفہ ہارون رشید کے تقاضے پر تصنیف فرمائی تھی اس میں انہوں نے اسلام کے مالیاتی نظام کے بارے میں بڑی اہم اور مفید معلومات جمع فرمادی ہیں۔ زکوٰۃ صدقات، عشر و خراج فنی ساور مال غنیمت کی تقسیم کی نیز اہل ذمہ اور مرتدین کے احکام وغیرہ، سبھی کچھ اس میں تفصیلاً بیان کر دیا گیا۔ امام ابو یوسفؒ کا انتقال قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز ہونے کے زمانے میں ۱۸۲ھ/۹۸ء کو بغداد میں ہوا۔

التحریر المختار لرد المحتار: شیخ عبدالقادر بن مصطفیٰ الرافعی کا یہ حاشیہ ہے، انہوں نے ”رد المختار“ پر لکھا ہے۔ موصوف

کی ولادت ۱۲۴۸ھ/۱۸۳۳ء میں ہوئی۔ آپ مصر میں منصب افتاء پر فائز ہوئے، لیکن تین دن بعد ہی آپ کا وصال ہو گیا۔ آپ کی وفات ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں ہوئی۔ یہ حاشیہ مصر سے دو جلدوں میں چھپ گیا ہے۔ پہلی جلد کتاب الطلاق پر ختم پر ہوئی ہے اور دوسری جلد کتاب العتق سے شروع ہوئی، آخر کتاب تک کے حواشی پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کو ”تقریرات رافعی“ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

اتحاف الأبصار والبصائر بتبویب کتاب الأشباه والنظائر: یہ کتاب شیخ محمد ابوالفتح حنفی کی تالیف ہے۔

موصوف نے علامہ نجم کی کتاب ”الأشباه والنظائر“ کو جدید ترتیب دے کر ابواب پر مرتب کیا ہے اور اس ترتیب جدید کا نام ”اتحاف الابصار و البصائر“ رکھا ہے۔ اس ترتیب جدید کا فائدہ یہ ہے کہ اس طرح کتاب سے استفادہ کرنے میں سہولت پیدا گئی ہے۔

مصنف اس کی تالیف سے ۱۲۷۵ھ/۱۸۵۹ء میں فارغ ہوئے۔ یہ کتاب مطبع اسکندریہ سے ۱۲۸۶ھ/۱۸۷۲ء میں ۵۳۸ صفحات پر چھپ چکی ہے۔

السراجیہ: ساتویں صدی ہجری کے مشہور عالم امام سراج الدین ابوطاہر محمد السجاوندی حنفی کی تصنیف ہے۔ اس کتاب کا موضوع

علم الفرائض، یعنی ”علم وراثت“ ہے۔ اس کتاب میں رشتہ داروں کی قسمیں، ذوی الفروض، عصبات اور ذوی الارحام وغیرہ کو تفصیل سے بیان کر کے بتایا گیا ہے کہ کون سا رشتہ دار وراثت میں کس وقت کیا حصہ پائے گا اور کب وہ وراثت سے محروم ہوگا، اس کتاب کی بڑے بڑے اکابر علماء نے شریعت لکھی ہیں۔ معتد بار یورپ، مصر، ہندوپاک سے طبع ہو چکی ہے۔ اس کتاب کو ”سراجیہ، الفرائض السراجیہ اور الفرائض السجاوندی“ بھی کہا جاتا ہے۔

الشریفیہ:

یہ ”سراجی“ کی شرح ہے، جو علامہ علی بن محمد حسینی معروف بہ علامہ سید شریف جرجانی کی تالیف ہے۔ سید شریف جرجانی کی ولادت ”جرجان“ میں ۷۴۰ھ/۱۳۴۰ء میں ہوئی۔ ابتداءً انہوں نے علوم عربیہ کی طرف خصوصی توجہ فرمائی جس کے باعث وہ ان علوم عربیہ میں امامت کے درجہ کو چانچے۔ بعد ازاں آپ نے علوم عقلیہ کی طرف رخ کیا اور ان کی تحصیل کے لئے ”ہراة“ میں علاقہ قطب الدین رازی کی خدمت میں پہنچے، لیکن چونکہ وہ بہت معمر ہو چکے تھے، اس لئے انہوں نے پڑھانے سے معذرت کرتے ہوئے اپنے ایک خصوصی شاگرد علامہ مبارک شاہ کے پاس بھیج دیا، جو ”مصر“ میں رہتے تھے۔ چنانچہ علامہ سید شریف وہاں تشریف لے گئے، اس طرح انہوں نے علوم عقلیہ میں خصوصی مہارت پیدا کر لی۔ پھر علامہ نے علوم شرعیہ حاصل کرنے کیلئے شارح ہدایہ مولانا اکمل الدین بارتی کے پاس تشریف لے گئے۔ ان سے علوم شرعیہ پوری محنت سے حاصل کئے یہاں تک کہ اپنے معاصرین پر سبقت لے گئے۔ پھر ”شیراز“ میں سکونت پزیر ہو گئے اور وہیں ۸۱۶ھ/۱۴۱۳ء میں وفات پائی۔ آپ نے متعدد کتابیں تالیف فرمائی ہیں، متعدد کتابوں کی شروح و حواشی لکھے ہیں۔ امیر تیمور لنگ کی مجلس میں علامہ سعد الدین تفتازانی (المتوفی ۷۹۲ھ/۱۳۸۹ء) کے ساتھ آپ کے کچھ مباحثے بھی ہوئے ہیں۔ یہ کتاب ”شریفیہ“ بھی متعدد بار طبع ہو چکی ہے۔

رسائل الأركان:

یہ کتاب علامہ بحر العلوم عبدالحی لکھنوی کی تصنیف ہے۔ مولانا بحر العلوم، مولانا ظہیر الدین انصاری سہالوی (المتوفی ۱۱۶۱ھ/۱۷۷۸ء) کے فرزند ارجمند ہیں۔ ۷۷ سال ہی کی عمر میں تمام علوم و فنون سے فراغت حاصل کر لی تھی۔ متعدد کتابوں کے آپ مصنف ہیں۔ بہت سی کتابوں پر شروح و حواشی تحریر فرمائے ہیں۔ یہ کتاب آپ نے ”ارکان اربعہ“ نماز، روزہ، زکوٰۃ، اور حج کے مسائل پر تحریر فرمائی ہے۔ آپ نے نفس مسائل کے بیان پر اکتفا نہیں فرمایا ہے۔ بلکہ قرآن و سنت کے دلائل نیز عقلی براہین سے ان کو مدلل و مبرہن بھی فرمایا ہے۔ اس لحاظ سے یہ کتاب بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ لکھنؤ سے ۱۳۰۹ھ/۱۸۲۹ء میں طبع ہو چکی ہے۔ علامہ بحر العلوم کی وفات ”مدراس“ میں ۱۲۳۵ھ/۱۸۲۰ء میں ہوئی۔

السعاية: یہ شرح و قایہ کی مفصل اور مبسوط شرح ہے جو مولانا عبدالحی لکھنوی کی تصانیف ہے۔ حضرت مولانا لکھنوی نے ”شرح و قایہ“

اپنے والد ماجد سے پڑھنے کے زمانے میں ان کے حکم سے اس کی ایک شرح لکھی تھی، جس کا نام ”حسن الولاية بحل شرح الوقایہ“ رکھا تھا، جو شرح وقایہ کے نصف اول کے متفرق مشکل مقامات کے حل پر مشتمل تھی۔ بعد ازاں مکمل شرح وقایہ پر ایک حاشیہ تحریر فرمایا، جس کا نام ”عمدة الرعاية“ ہے جو شرح وقایہ کے ساتھ بارہا طبع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ ”شرح وقایہ“ کی ایک مبسوط شرح لکھنی شروع فرمائی جس میں ہر مسئلے میں تمام اختلافات نقل کرنے کے ساتھ ساتھ ہر ایک مسلک کے عقلی و نقلی دلائل اور ان پر وارد ہونے والے اعتراضات اور ان کے جوابات نیز کسی ایک مسلک کی مدلل ترجیح کا بیان مفصل طور پر کیا گیا ہے۔ اس مفصل شرح کا نام انہوں نے رکھا ”السعاية فی کشف مافی شرح الوقایہ“، لیکن افسوس کہ مصنف اپنی اس عظیم تصنیف کو مکمل نہ فرما سکے۔ اس کی صرف دو جلدیں طبع ہوئیں، جلد اول باب المسح علی الخفین کی ابتدائی چند سطروں تک ہی پر مشتمل ہے، جب کہ دوسری جلد ”باب الاذان“ سے ”فصل فی القراءة“ کے ختم تک کی شرح پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب پاکستان میں بھی طبع ہو چکی ہے۔ مصنف کے مختصر حالات ”مجموعۃ الفتاویٰ“ کے تعارف کے ذیل میں لکھے جا چکے ہیں۔

التشريع الجنائي الاسلامی:

یہ کتاب ”اسلام کے فوجداری قانون“ کے موضوع پر ہے جو ”مصر“ کے ایک عالم جناب عبدالقادر عودہ شہید کی تصنیف ہے۔ موصوف ”مصر“ کی ایک مشہور جماعت ”الاخوان المسلمون“ کے رکن تھے ۱۹۵۴ء میں بغاوت کے الزام میں موصوف کو پھانسی دے دی گئی تھی۔ یہ کتاب دو جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔ جلد اول میں پہلے تمہید کے طور پر عام رائج غیر اسلامی قوانین کا اسلامی قوانین کے ساتھ تقابل کر کے اسلامی قوانین کی فوقیت و برتری متعدد وجوہ سے ثابت کی گئی ہے۔ بعد ازاں جلد اول کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ہر حصے کو ”کتاب“ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ ”الکتاب الاول“ کی ”قسم الاول“ میں ”جرم“ کی ماہیت اور اس کے انواع کا بیان ہے اور قسم ثانی میں ”جرم“ کے ارکان شرعیہ، ارکان مادیہ اور ادبیہ کا بیان ہے۔ اس کے بعد ”الکتاب الثانی“ شروع ہوتی ہے۔ اس میں ”عقوبت“ کے بارے میں مبادی عامہ اور اقسام عقوبت کا بیان ہے۔ جلد دوم میں قتل، زنا، شرب خمر، سرقت، ڈاکہ زنی، بغاوت اور ارتداد ایسے جرائم اور ان کے احکام کا تفصیلی ذکر ہے۔ کتاب کا اردو ترجمہ بھی ”اسلام کا فوجداری قانون“ کے نام سے چھپ چکا ہے۔

المدخل الفقہی العام:

یہ کتاب علامہ مصطفیٰ احمد الرزقا کی تصنیف ہے جو ”دمشق یونیورسٹی“ کے ”کلیۃ الحقوق“ میں ملکی اور شرعی قانون کے استاد ہیں۔ خلافت عثمانیہ کے زمانے میں اور اس کے بعد بھی ایک عرصے تک ان ممالک میں جو خلافت عثمانیہ کے ماتحت رہ چکے تھے ”المجلة العدلیة“ کے مطابق ملکی عدالتیں فیصلے کرتی رہیں۔ ”المجلة العدلیة“ وہ دستاویز ہے جس میں خلافت عثمانیہ کے زمانے میں فقہاء کی ایک جماعت نے فقہ حنفی کی روشنی میں شریعت اسلامیہ کے ان قوانین کو دفعہ وار مرتب کر دیا تھا، جن کا تعلق ملکی و انتظامی امور سے تھا۔

علامہ مصطفیٰ احمد الزرقا کا کہنا ہے کہ بعض مسائل باوجود اس کے کہ ان کا تذکرہ فقہ کی کتب میں موجود تھا، لیکن وہ مسائل ”المجملۃ العدلیۃ“ میں درج ہونے سے رہ گئے، نیز ان کا کہنا ہے کہ بہت سے جدید مسائل اب ایسے پیدا ہو گئے ہیں جن کا وجود ”المجملۃ“ کی تالیف کے زمانے میں نہ تھا، اس لئے ظاہر ہے کہ ان کا حل بھی ”المجملۃ“ میں نہ آسکا۔ علامہ زرقا، یہ بھی فرماتے ہیں کہ بنیادی طور پر ”المجملۃ“ کی تالیف ”فقہ حنفی“ کے مسائل سے ہوئی ہے گو بوقت ضرورت اہل سنت کی دوسری فقہوں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے، مگر اساس بہر حال فقہ حنفی ہی ہے۔ نیز وہ فرماتے ہیں کہ اس کی تالیف بھی ایسے نچ پر نہیں ہے، جس سے قانون کے طلبا کی تعلیمی ضرورت پوری ہو سکے۔ بہر حال ان وجوہ سے انہوں نے اس کی ضرورت محسوس کی کہ فقہ کی ترتیب جدید کی جائے، جس میں نہ صرف یہ کہ قدیم ذکر شدہ مسائل تمام کے تمام آجائیں، بلکہ جدید پیش آمدہ مسائل کا حل بھی اس میں موجود ہو، نیز اس ترتیب جدید میں کسی ایک فقہ پر انحصار کرنے کی بجائے چاروں مکاتب فقہ کو مد نظر رکھا جائے اور جس فقہ میں بھی کسی مسئلہ کا زیادہ بہتر حل موجود ہو، اسے قبول کر لیا جائے اور ساتھ ہی اس کی ترتیب بھی ایسی ہو کہ طلبا کی تعلیمی ضرورتوں اور تقاضوں کو بھی وہ پورا کر دے۔ نیز مسئلے کو علیحدہ علیحدہ ذکر کرنے کے بجائے مسائل کو اس انداز سے ذکر کیا جائے کہ پہلے ایک اصول و قاعدہ بتا کر پھر اس پر متفرق ہونے والے مسائل کو ذکر کیا جائے، کیونکہ اس طرح مسائل کو یاد رکھنے میں سہولت ہو جاتی ہے۔ بہر حال علامہ مصطفیٰ احمد الزرقا نے ان خطوط پر کام کا آغاز کیا اور ”الفقہ الاسلامی فی ثوبہ الجدید“ کے عنوان سے کتابوں کا ایک سلسلہ شروع فرمایا، جس میں پہلی دو جلدیں ”المدخل الفقہی العام“ کے نام سے شائع ہوئیں۔ یہ دو جلدیں تین قسموں پر مشتمل ہیں۔ ”القسم الاول“ چھ باب پر مشتمل ہے۔ باب اول میں تمہید، تعریف فقہ اور احکام فقہ کی قسموں کا بیان ہے۔ باب دوم میں مصادر فقہ اسلامی یعنی کتاب و سنت اور اجماع و قیاس نیز مصادر ترجیح یعنی استحسان، استصلاح اور عرف کا بیان ہے۔ تیسرے اور چوتھے باب میں فقہ اسلامی کی توسیع اور اس کی ترقی کے مختلف ادوار اور ان کی خصوصیات کا بیان ہے۔ پانچویں باب میں اجتہادی اختلافات کی اہمیت و ضرورت اور اس سلسلے میں بعض اوہام کا دفع کیا گیا ہے۔ چھٹے باب میں اپنے ملک ”سوریہ شام“ کے اندر فقہ اسلامی کے مطابق قانون سازی کے سلسلے میں کچھ بنیادی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ اس کے بعد ”القسم الثانی“ شروع ہوتی ہے جو پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا باب ”فقہ اسلامی میں نظریہ مملکت“ کے بیان میں ہے اور دوسرا باب ”فقہ اسلامی میں نظریہ عقود“ کے بیان میں ہے۔ اس میں عقد کی حقیقت، اس کے تقاضے اور اس کے آثار و لوازم، غرض یہ کہ اس کے مالد و ماعلیہ کی مکمل بحث ہے۔ یہاں پر جلد اول ختم ہو جاتی ہے ”القسم الثانی“ کے ”تیسرے باب“ سے جلد دوم کا آغاز ہوتا ہے۔ اس باب میں ”فقہ اسلامی کے اندر مؤیدات شرعیہ کا نظریہ“ بیان کیا گیا ہے۔ ”مؤیدات شرعیہ“ سے مصنف کی مراد ہر وہ تدبیر ہے، جو لوگوں کو احکام شرعیہ کی اطاعت و پابندی پر ابھارنے والی ہو، انہوں نے اس کی دو قسمیں بیان کی ہیں مؤیدات ترعیسیہ اور ”مؤیدات ترہیبیہ“ اس کے بعد ”مؤیدات ترہیبیہ“ کی پھر دو قسمیں کی ہیں ”تادیبی“ اور مدنی (حقوق) مؤیدات تادیبیہ کے ذیل میں حدود، قصاص اور تعزیرات کا بیان ہے اور ”مؤیدات مدنی“ (حقوقیہ) کے ذیل میں بطلان، توقف اور تخیر، کو مفصلاً بیان کیا ہے۔ چوتھے باب

میں ”اہلیت“ اور ولایت“ (نیابت شرعیہ) کا نظریہ بیان کیا ہے۔ پانچویں باب میں ”نظریہ عرف“ کا تفصیلی بیان ہے۔ اس کے بعد ”القسم الثالث“ شروع ہوتی ہے۔ اس میں ”فقہ اسلامی کے اندر قواعد کلیہ“ کا بیان ہے قسم ثالث دو بابوں مشتمل ہے، پہلے باب میں ”قواعد“ کے لغوی اور اصطلاحی معنی نیز فقہ اسلامی میں قواعد کے مقام و حیثیت کا بیان ہے۔ دوسرے باب میں ”المجملۃ العدلیۃ“ میں ذکر ہونے والے ”قواعد کلیہ“ کا بیان اور پھر ان کی مختصر شرح ہے۔ اس کے بعد ”خاتمہ“ ہے۔ اس میں مصنف نے چھ مزید قواعد کلیہ جن کو انہوں نے مختلف کتب فقہ سے اخذ کیا ہے، بیان کیا ہے۔

سلسلہ ”الفقہ الاسلامی فی ثوبہ الجدید“ کی تیسری کتاب ”المدخل الی نظریۃ الالتزام العامة فی الفقہ اسلامی“ کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ یہ کتاب دو بابوں پر مشتمل ہے۔

باب اول: ”حق اور التزام“ کے بیان میں ہے۔ اولاً مصنف نے حق کی تعریف پھر اس کی تقسیم ”حق مالی“ اور ”حق غیر مالی“ کی طرف کی ہے اس کے بعد ”حق مالی“ اور ”حق شخصی اور حق عینی“ کی طرف تقسیم کی ہے۔ ”حقوق غیر مالیہ“ مثلاً ”ولی“ کا تصارف علی الصغیر کا حق نیز سیاسی اور طبعی حقوق جیسے حق انتخاب اور حق حریت وغیرہ سے کتاب میں بحث نہیں کی گئی ہے۔ کتاب میں ”حقوق مالیہ“ سے بحث مقصود ہے ”حقوق شخصیه“ اور التزام چونکہ لازم و ملزوم ہیں اس لئے ان بیان تو ”التزام“ کے ذیل میں ہوگا۔ ”حقوق عینیہ“ کے اندر ”حق ملکیت، حق انتفاع، حقوق ارتفاق، حقوق ارتہان، حق احتباس، حق وقف اور حقوق قرائع علی الاوقاف“ کو شامل کیا ہے۔ ”حق شخصی اور حق عینی“ کے علاوہ مصنف نے ایک اور جدید قسم ”حقوق الابتناء“ نکالی ہے۔ اس قسم میں ”حق تصنیف و تالیف“ ”حق ایجاد اور حقوق طبع“ وغیرہ کو داخل کیا ہے۔ ان کے بعد ایک فصل میں ”التزام“ (حقوق شخصیه) کو پوری تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

دوسرا باب: ”اموال“ کے بیان میں ہے، اس میں ”مال“ کی حقیقت اور اس کی تقسیم مختلف حیثیات سے، متقوم اور غیر متقوم، ذوات الامثال (مثلی) اور ذوات القیم (قیمی) اموال استہلاکیہ اور استعمالیہ۔ مال منقول اور غیر منقول عین اور دین وغیرہ کی طرف کی گئی ہے۔ اس کے بعد ”ذمہ“ کی تعریف اور خصوصیات، نیز ”اہلیت“ سے اس کا امتیاز بیان کیا گیا ہے۔

تیسرا باب: ”اشخاص“ کے بیان میں ہے۔ اس میں اشخاص کی تقسیم اشخاص طبعیہ اور اشخاص حکمیہ کی طرف کی گئی ہے اور پھر ”اشخاص حکمیہ“ کو اشخاص حکمیہ عامہ اور اشخاص حکمیہ خاصہ کی طرف تقسیم کیا گیا ہے۔ ”اشخاص حکمیہ“ میں مختلف جماعتیں، ادارے اور کمپنیاں شامل ہیں، اگر عوام نے از خود انہیں تشکیل دیا ہے تو ”اشخاص حکمیہ عامہ“ میں داخل ہوں گی اور اگر حکومت نے تشکیل دیا ہے تو ”اشخاص حکمیہ عامہ“ میں۔ اس کے بعد کی جلدیں یا تو تاحال شائع نہیں ہوئی ہیں، یا پھر ہماری نظر سے نہیں گزریں۔